رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر بن ابی طالب

محمد خالد جذبی

☆ محمد خالد جذبی

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

یہ ان کا تذکرہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر معمولی مشابہت رکھتے تھے

ایمان کے نور میں ڈھلے یہ وجود ہمارا سرمایہ ہیں

بنی عبد مناف میں سے پانچ آدمی حضور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی غیر معمولی مشابہت رکھتے تھے کہ کمزور نگاہ والوں کو ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اکثر التباس ہو جایا کرتا تھا۔ یقیناً آپ ان پانچوں حضرات کا تعارف حاصل کرنا چاہتے ہوں گے جو آپؐ کے ساتھ اتنی مشابہت رکھتے ہوں۔۔۔ آیئے، ہم ان کا تعارف حاصل کریں:

① حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر عم زاد اور رضاعی بھائی
② حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلبؓ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی
③ حضرت سائب بن عبید بن عبد بن ہاشم
④ حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے
⑤ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برادر عم زاد اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کے برادر حقیقی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین!

ذیل کی سطور میں ہم حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زندگی کی چند جھلکیاں آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت ابو طالبؓ قریش اور بنی ہاشم میں اپنی رفعت شان اور علو منزلت کے علی الرغم ایک کثیر العیال اور تنگ دست شخص تھے اور اس قحط نے ان کی مفلوک الحالی میں مزید اضافہ کر دیا تھا جس میں قریش کے لوگ مبتلا تھے۔ اس قحط کی لپیٹ میں آکر جانور ہلاک اور فصلیں تباہ و برباد ہو رہی تھیں اور جس نے لوگوں کو بوسیدہ ہڈیاں تک کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بنو ہاشم کے خوشحال ترین افراد تھے۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا۔

"چچا جان! آپ کے بھائی ابو طالب ایک کثیر العیال آدمی ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ کس بری طرح سے قحط کی شدت اور فاقہ کشی کا شکار ہو رہے ہیں۔۔۔ کیوں نہ ہم ان کے پاس چلیں اور ان کے بچوں میں سے کچھ کی کفالت اپنے ذمے لے کر ان کے بار کو کچھ ہلکا کرنے کی کوشش کریں۔"

حضرت عباسؓ نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "بے شک تم نے ایک کار خیر کی طرف

دعوت دی ہے اور حسن سلوک پر اکسایا ہے۔"

پھر دونوں نے جاکر حضرت ابو طالبؓ سے کہا۔

"جب تک لوگوں کے سروں سے مصیبت کے یہ بادل چھٹ نہیں جاتے' ہم چاہتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کا جو بھاری بوجھ تنہا آپ کے کندھوں پر ہے' اس میں آپ کا ہاتھ بٹائیں اور آپ کے اس بوجھ کو کچھ ہلکا کریں۔"

حضرت ابو طالبؓ نے بھائی اور بھتیجے کی اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم لوگ عقیل کو میرے لئے چھوڑ دو تو باقی بچوں کے متعلق جو چاہو' فیصلہ کر سکتے ہو۔"

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفر کو لے کر اپنے بچوں کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس کے بعد حضرت علی برابر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح حضرت جعفر بھی برابر اپنے چچا حضرت عباس کے یہاں رہے یہاں تک کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ اس کاروان حکمت و نور میں آغاز سفر ہی سے شریک تھے۔ اس ہاشمی نوجوان اور اس کی نوعمر بیوی نے قریش کے ہاتھوں وہ ساری بلائیں اور مصیبتیں جھیلیں جن سے ابتدائی زمانے کے مسلمانوں کو پالا پڑا تھا۔ انہوں نے ہر اذیت پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کیونکہ ان کو یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ جنت تک پہنچنے کے لئے ان پر خار وادیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرنا ناگزیر ہے لیکن یہ چیز ان کے اور ان کے دوسرے دینی بھائیوں کے لئے انتہائی تکدر اور پریشانی کا سبب بنی ہوئی تھی کہ قریش کے لوگ ان کے اور اسلامی شعائر و احکام کی ادائیگی کے درمیان حائل ہو کر انہیں لذت عبادت سے محروم کر رہے تھے۔ وہ ہر جگہ ان کی گھات میں بیٹھے رہتے اور ہر وقت ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اس صورت حال سے تنگ آکر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیوی اور صحابہ کرامؓ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ آپؐ نے انہیں اس کی اجازت تو دے دی مگر آپؐ کو اس پر دلی صدمہ ہوا کیونکہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے مستقل سوہان روح کا باعث تھی کہ ان پاک طینت اور نیک نفس ہستیوں کو صرف اس جرم میں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعلان کیا ہے' ناحق اور ظالمانہ طور پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنا پیارا وطن --- جس کی گلیوں اور میدانوں میں انہوں نے اپنے بچپن اور جوانی کے بہترین ایام گزارے ہیں اور جس کے گوشے گوشے اور ذرے ذرے پر ان کی محبت کے لافانی نقوش ثبت ہیں' اسے چھوڑ کر چلے جائیں لیکن اس وقت آپؐ کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ قریش کے ان مظالم کو روک سکتے۔

مہاجرین کا یہ پہلا قافلہ خدا کی راہ میں اپنا وطن چھوڑ کر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی سربراہی میں سرزمین حبشہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کے نیک دل اور انصاف پسند حکمران نجاشی کی پناہ میں قیام پذیر ہو گیا۔ قبول اسلام کے بعد پہلی بار انہوں نے سکون و اطمینان کا سانس لیا اور عبادت الٰہی کی لذت اور اس کی حلاوت سے لطف اندوز ہوئے۔ وہاں نہ ان کو اس بات کا کھٹکا تھا کہ کوئی ان کی عبادت کا مزہ کر کرا کرے گا' نہ وہ اس اندیشے میں مبتلا تھے کہ کوئی ان کے پر سکون لمحات کو بے چینی اور بے اطمینانی سے بدل دے گا --- ادھر

جب قریش کو ان مسلمانوں کے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا علم ہوا اور ان کو پتہ چلا کہ وہ لوگ شاہ حبشہ کی حمایت اور اس کی پناہ میں اپنے دین و عقیدہ کے مطابق اطمینان اور بے خوفی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں تو وہ ان کے خلاف سازش اور صلاح و مشورہ میں مصروف ہو گئے تاکہ یا تو انہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں یا واپس لا کر قید خانے میں ڈال دیں۔

اب وہ پوری سرگزشت ہم ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے حوالے کرتے ہیں کہ وہ اسے ہو بہو اس طرح بیان کریں جس طرح ان کی آنکھوں نے دیکھا اور ان کے کانوں نے سنا تھا' وہ فرماتی ہیں۔

جب ہم لوگ حبشہ کی سرزمین میں جا کر ٹھہرے تو وہاں ہم کو بہترین لوگوں کی ہمسائیگی ملی۔ ہم اپنے دین کے متعلق ہر طرح سے بے خوف ہو کر اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ وہاں نہ تو ہم کو کسی اذیت سے دوچار ہونا پڑا' نہ کوئی ناپسندیدہ اور دل آزار بات سننی پڑی۔ ان حالات کی اطلاع جب قریش کو ہوئی تو انہوں نے ہمارے خلاف سازش کر کے اپنے دو مضبوط آدمیوں' عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا اور ان کے ہاتھ نجاشی' اس کے درباریوں اور فوجی سرداروں کے لئے سرزمین حجاز کی وہ نادر اور بیش قیمت چیزیں تحفہ کے طور پر بھیجیں جنہیں وہ پسند کرتے تھے' ساتھ ہی ان کو اس بات کی تاکید بھی کر دی کہ ہمارے (مسلمانوں کے) مسئلہ پر بادشاہ سے گفتگو کرنے سے پہلے ہر سردار کو اس کا تحفہ دے دینا--- جب وہ دونوں حبشہ پہنچے تو حسب ہدایت سب سے پہلے وہ نجاشی کے درباریوں سے ملے اور ان میں سے ہر ایک کے سامنے ہدیہ پیش کرنے کے بعد اس سے کہا کہ ہمارے یہاں سے کچھ ناسمجھ جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا پرانا دین ترک کر کے ایک نیا دین اپنا لیا اور اپنی قوم کے اندر پھوٹ ڈال دی ہے' بھاگ کر بادشاہ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ جب ہم بادشاہ سے ان کے معاملہ میں گفتگو کریں تو آپ لوگ ہماری تائید کریں اور اس کو یہ مشورہ دیں کہ وہ ان سے ان کے دین کے بارے میں کوئی سوال و جواب کئے بغیر انہیں ہمارے حوالے کر دے کیونکہ ان کے قبیلوں کے سربراہ ان کو اور ان کے عقائد کو زیادہ بہتر طور پر جانتے اور سمجھتے ہیں۔ درباریوں نے کہا کہ ہم ضرور بادشاہ کو مشورہ دیں گے--- حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی' کو اگر کوئی بات سب سے زیادہ ناگوار تھی تو وہ یہ کہ نجاشی ان دونوں میں سے کسی کو اپنے پاس بلا کر اس کی بات سنے۔ ان دونوں نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی خدمت میں ہدیے پیش کئے جن کو اس نے بہت پسند کیا' پھر اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"اے بادشاہ! ہمارے کچھ بدترین قسم کے نوجوان ہیں جنہوں نے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ لے رکھی ہے۔ انہوں نے ایک ایسا دین اختیار کر رکھا ہے جس سے نہ ہم لوگ واقف ہیں' نہ آپ ہی اس سے متعارف ہیں۔ انہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے مگر وہ آپ کے دین میں بھی نہیں داخل ہوئے ہیں اس لئے ان کی قوم کے سرداروں' ان کے آباؤ اعمام اور ان کے خاندان کے سربراہوں نے اس درخواست کے ساتھ ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں واپس بھیج دیں کیونکہ جو فتنہ ان لوگوں نے برپا کر رکھا ہے اس کو وہی لوگ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔"

یہ سن کر بادشاہ نے سرداروں کی طرف نظر اٹھائی' انہوں نے قریشی سفیروں کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"عالی جاہ! یہ دونوں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے جو غلط رویہ اپنایا ہے اس کے متعلق وہی لوگ بہتر جانتے ہیں اس لئے ان کو واپس بھیج دیں تاکہ وہ لوگ ان کے بارے میں جو مناسب سمجھیں' فیصلہ کریں۔"

بادشاہ کو درباریوں کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس نے سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، خدا کی قسم! جب تک ان کو بلا کر ان باتوں کے متعلق ان سے پوچھ نہیں لیتا جو ان کی طرف منسوب کی جا رہی ہیں، میں انہیں کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اگر وہ باتیں جو یہ دونوں ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں، درست ہوئیں تو میں انہیں ان کے سپرد کر دوں گا لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو میں اس وقت تک ان کی حمایت سے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا جب تک وہ یہاں رہنا چاہیں گے۔"

حضرت ام سلمہؓ اپنے بیان کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے کہتی ہیں کہ پھر نجاشی نے ہم لوگوں کو ملاقات کے لئے بلا بھیجا۔ اس کے پاس جانے سے پہلے ہم لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور ہم نے آپس میں کہا کہ بادشاہ ہم سے ہمارے دین کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔ اس موقع پر ہمیں کسی لاگ لپٹ کے بغیر بالکل واضح طور پر وہ باتیں اس کے سامنے رکھ دینی چاہئیں جن پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور بادشاہ کے سامنے ہم سب لوگوں کی نمائندگی صرف جعفر بن ابی طالبؓ کریں گے، ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں بولے گا--- جب ہم لوگ بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ اس نے اپنے درباریوں کو بلا رکھا ہے جو اپنی اپنی جگہوں پر، اپنے مخصوص درباری لباس زیب تن کئے اور سامنے کتابیں کھولے بیٹھے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ بھی اس کے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ جب سب لوگ اطمینان سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نجاشی نے ہماری طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کون سا نیا دین ہے جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ جس کے لئے تم نے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا مگر نہ تو میرے دین میں داخل ہوئے، نہ دیگر ادیان و ملل میں سے کسی کو اپنایا؟"

بادشاہ کا سوال سن کر جعفر بن ابی طالبؓ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے بادشاہ! ہم جاہل تھے۔ بت پرستی کرتے، مردار کھاتے، فواحش کا ارتکاب کرتے، قطع رحمی کرتے اور پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے۔ ہم میں سے ہر طاقتور اپنے کمزوروں پر ظلم ڈھاتا تھا۔ ایک زمانے تک ہماری زندگی کے شب و روز اسی طرح گزرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسولؐ بھیجا جو خود ہم ہی میں سے تھا جس کی خاندانی شرافت و نجابت، ذاتی صداقت و امانت اور فطری عفت و عصمت سے ہم سب اچھی طرح واقف تھے۔ اسؐ نے ہم کو خدا کی طرف پکارا۔ اسؐ نے ہمیں دعوت دی کہ ہم خدا کو ایک مانیں، صرف اسی کی عبادت کریں اور پتھر سے تراشے ہوئے ان بے جان بتوں کی پرستش سے باز آجائیں جن کی پوجا ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آ رہے تھے۔ اسؐ نے ہم کو راست گوئی، امانت داری، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، محارم سے اجتناب اور خونریزی سے احتراز کرنے کی تلقین کی۔ نیز بے حیائی، دروغ گوئی، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ اسؐ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور ماہ رمضان کے روزے رکھیں--- ہم نے اسؐ کی تصدیق کی، اسؐ پر ایمان لائے اور اسؐ کے ان تمام احکامات و ہدایات کی پیروی کی جن کو وہ خدا کے ہاں سے لایا تھا۔ اسؐ نے جن چیزوں کو ہمارے لئے حلال کیا، ہم نے ان کو حلال جانا اور جن چیزوں کو ہمارے اوپر حرام قرار دیا، ہم نے ان کو حرام مان لیا--- اے بادشاہ! یہی ہمارے وہ جرائم ہیں جن کی وجہ سے ہماری قوم ہماری مخالف ہو گئی، وہ ہمارے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے ہم کو سخت ترین عذاب سے دوچار کیا تاکہ وہ ہم کو ہمارے دین سے پھیر کر دوبارہ بت پرستی میں مبتلا کر دے۔ جب انہوں نے ہمارے اوپر ظلم و ستم کی

حد کر دی ' ہمارے اوپر عرصہ حیات تنگ کر دیا ' ہم کو مغلوب کر لیا اور ہم کو اپنے دین پر عمل کرنے سے روک دیا اور پانی ہمارے سر سے اونچا ہو گیا تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے۔ ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی اور آپ کی ہمسائیگی کو پسند کیا کیونکہ ہم کو اس بات کی پوری امید تھی کہ آپ کے یہاں ہمارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ اس موقع پر نجاشی نے جعفر بن ابی طالبؓ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے دریافت کیا۔

"تمہارے نبیؐ اللہ کی طرف سے جو پیغام لائے ہیں ' کیا اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں---" انہوں نے جواب دیا۔

"وہ پیغام مجھے بھی سناؤ۔" نجاشی نے کہا۔

چنانچہ جعفر نے پڑھنا شروع کیا۔

ترجمہ: "یہ ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی ' جب کہ اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔ اس نے عرض کیا ' اے پروردگار! میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے۔" (مریم آیت 1-4)

یہاں تک کہ انہوں نے سورہ کا ابتدائی حصہ مکمل کر لیا--- حضرت ام سلمہؓ سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرماتی ہیں کہ کلام الہٰی کو سن کر نجاشی اتنا متاثر ہوا کہ زار و قطار رونے لگا ' یہاں تک کہ روتے روتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے ساتھ اس کے درباری بھی رو رہے تھے ' وہ بھی اتنا روئے کہ ان کی کتابیں اشکوں سے بھیگ گئیں۔ اس کے بعد نجاشی نے ہم سے کہا کہ یہ کلام جو تمہارے نبیؐ پر اترا ہے اور وہ کلام جو عیسیٰؑ لائے تھے ' دونوں ایک ہی نور کی شعاعیں ہیں۔ پھر اس نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو مخاطب کر کے کہا۔

"تم لوگ واپس چلے جاؤ--- خدا کی قسم! میں انہیں کبھی تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔"

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب ہم لوگ نجاشی کے دربار سے باہر نکلے تو عمرو بن عاص نے ہم لوگوں کو دھمکی دیتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

"خدا کی قسم! میں کل پھر بادشاہ کے پاس آؤں گا اور اس کو ان لوگوں کے متعلق ایک ایسی بات بتاؤں گا جو اس کے سینے کو ان کے خلاف غیظ و غضب اور اس کے دل کو نفرت و کراہت سے بھر دے گی۔ میں اس کو اس بات پر آمادہ کر کے چھوڑوں گا کہ وہ مکمل طور پر ان کا استیصال کر دے اور ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے۔"

اس پر عبداللہ بن ربیعہ نے کہا۔

"عمرو! خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ یہ سب اگرچہ ہمارے مخالف ہیں مگر ہیں تو ہمارے قریبی عزیز ہی---"

عمرو بن عاص نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو اس بات کو--- میں بادشاہ کو ایسی بات بتاؤں گا جس کی وجہ سے ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک جائے گی--- خدا کی قسم! میں اس سے کہوں گا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خدا کے بیٹے نہیں ' اس کے بندے ہیں۔"

اگلے روز عمرو بن عاص نے نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر کہا۔

"عالی جاہ! یہ لوگ جن کو آپ نے اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے اور جن کو آپ نے اپنی حمایت کا سایہ فراہم کیا ہے' یہ لوگ عیسیٰ ابن مریمؑ کے متعلق بہت سخت اور نہایت ناپسندیدہ بات کہتے ہیں۔ آپ انہیں بلوایئے اور اس بات پر باز پرس کیجئے جو وہ عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں کہتے ہیں۔"

حضرت ام سلمہؓ کا سلسلہ بیان آگے بڑھتا ہے کہ ہم لوگوں کو اس کا پتہ چلا تو ہمیں اس کی بڑی فکر ہوئی اور ہم لوگ غم سے نڈھال ہو گئے۔ پھر ہم نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے باہم مشورہ کی ایک مجلس منعقد کی کہ اگر بادشاہ نے عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں پوچھا تو ہمیں کیا جواب دینا چاہئے؟ آخر کار یہ بات طے ہوئی کہ ہم ان کے متعلق وہی بات کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے۔ اس معاملے میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم سے سرمو انحراف نہیں کریں گے' چاہے اس کے نتیجے میں ہمارا جو بھی حشر ہو۔ ہم نے یہ بات بھی متفقہ طور پر طے کی کہ بادشاہ کے سامنے اس دفعہ بھی جعفر بن ابی طالبؓ ہی ہماری نمائندگی کریں گے۔ پھر جب بادشاہ کے طلب کرنے پر ہم اس کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ اس کے درباری آج بھی حسب معمول اور حسب مراتب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو بھی بادشاہ کے پاس موجود پایا۔ جب ہم بادشاہ کے سامنے پہنچ گئے تو اس نے سلسلہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"ان کے بارے میں ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ نے ہم کو بتائی ہے۔" جعفرؓ نے جواب دیا۔

"وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" نجاشی نے پوچھا۔

"وہ کہتے ہیں---" جعفر نے کہا۔ "کہ وہ اللہ کے بندے' اس کے رسول' اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جن کو اس نے کنواری مریم بتول کی طرف القاء کیا تھا۔"

جعفر کی یہ بات سن کر نجاشی نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مارتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم! عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے جو بات بتائی ہے' ان کی حیثیت ایک بال کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔"

نجاشی کے منہ سے یہ باتیں سن کر اس کے پاس بیٹھے ہوئے درباری غصے سے پیچ و تاب کھانے اور پھنکاریں مارنے لگے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر نجاشی نے پھر کہا۔

"چاہے تم لاکھ پھنکاریں مارو مگر حقیقت یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔" پھر اس نے ہماری طرف ملتفت ہوتے ہوئے کہا۔ "جاؤ' تم لوگ بے خوف و خطر اور اطمینان کے ساتھ رہو۔ جو شخص بھی تم کو گالی دے گا یا برا بھلا کہے گا' اس کو تاوان ادا کرنا پڑے گا اور جو تم سے کسی قسم کا تعرض کرے گا اسے سزا بھگتنی پڑے گی۔--- خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی منظور نہیں ہے کہ تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اس کے عوض مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔" پھر اس نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "ان کے ہدیے انہیں واپس لوٹا دو' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔"

حضرت ام سلمہؓ اپنی سرگزشت کا آخری ورق پلٹتی ہیں کہ اس کے بعد عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ وہاں سے خائب و خاسر واپس لوٹ گئے اور ہم لوگ عزت اور آرام کے ساتھ نجاشی کے یہاں رہنے لگے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہایت امن و اطمینان کے ساتھ نجاشی کے یہاں دس سال گزارنے کے بعد سن سات ہجری میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ چھوڑ کر یثرب کا رخ کیا۔ ادھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیبر کی فتح سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ کا یہ قافلہ بھی حضرت جعفرؓ کی قیادت میں وہاں پہنچ گیا۔ آپؐ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔

ترجمہ: "مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں کس بات کی مجھے زیادہ خوشی ہے' آیا خیبر کی فتح کی یا جعفرؓ کی آمد کی؟"

ان کی واپسی پر مسلمانوں' خصوصاً ان میں سے فقراء و مساکین کی خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خوشی سے کسی طرح کم نہ تھی کیونکہ وہ کمزوروں' ضعیفوں اور حاجت مندوں کے ساتھ نہایت مہربانی اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے لوگ ان کو "ابوالمساکین" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔۔۔۔ ان کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم مساکین کے حق میں جعفر بن ابی طالبؓ سب سے اچھے تھے۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا' ہم کو کھلاتے۔ یہاں تک کہ اگر کھانے کی چیز ختم ہو جاتی تو وہ گھی رکھنے کا خالی شدہ مشکیزہ لا کر ہمارے آگے رکھ دیتے جس کو پھاڑ کر ہم گھی کی وہ معمولی مقدار بھی جو اس کی اندرونی دیوار کے ساتھ لپٹی ہوتی' چاٹ لیا کرتے تھے۔" مدینہ منورہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کا زمانہ قیام بہت مختصر رہا کیونکہ 8 ہجری کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلاد شام میں رومیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لئے ایک فوج تیار کی اور اس فوج کی قیادت حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر زیدؓ بن حارثہ قتل یا زخمی ہو جائیں تو فوج کی امارت جعفرؓ بن ابی طالب کے ذمے ہو گی۔ اگر جعفرؓ بھی شہید یا مجروح ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے لیکن اگر عبداللہ بن رواحہؓ بھی جنگ میں کام آ جائیں یا وہ گھائل ہو جائیں تو مسلمان خود اپنے میں سے کسی کو اپنا سپہ سالار بنا لیں۔"

جب مسلمان "موتہ" پہنچے جو اردن میں شام کے بالائی حصے میں واقع ہے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے مقابلے کے لئے ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل زبردست رومی فوج تیار کھڑی ہے اور اس کی مدد کے لئے نصرانی عربوں نے مزید ایک لاکھ کی بھاری جمعیت فراہم کر رکھی ہے۔ جس میں لخم' جذام اور قضاء وغیرہ عیسائی قبائل کے جنگ جو بھی شامل ہیں۔ اس دو لاکھ کے عظیم لشکر کا مقابلہ کرنے والی مسلمانوں کی فوج صرف تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھی۔ جب دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ کی چکی اپنی پوری رفتار سے چلنے لگی تو حضرت زید بن حارثہؓ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے گرتے ہی حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ اپنی گھوڑی (شقراء) سے کود پڑے۔ پھر انہوں نے تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تاکہ ان کے بعد دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور جھنڈا لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں دور تک گھستے چلے گئے۔

ترجمہ: "کتنی عمدہ ہے جنت' کتنا خوش آئند ہے اس کا قرب اور کیسا ٹھنڈا ہے اس کا پانی۔۔۔۔ رومیوں کا عذاب قریب آ گیا ہے۔ یہ سب کافر اور بعید النسب ہیں۔ جب ان سے مڈبھیڑ ہو گئی ہے تو لازم ہے کہ میں ان کے اوپر کاری ضرب لگاؤں۔"

وہ دشمن کی صفوں میں ہر طرف چکر لگاتے اور اپنی شمشیر خارا شگاف کے جوہر دکھاتے پھر رہے تھے کہ دشمن کی ایک کاری ضرب نے ان کے دائیں ہاتھ کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ انہوں نے جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا مگر دشمن نے تلوار کا دوسرا وار کیا اور ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ کر جدا ہو گیا۔ اب انہوں نے جھنڈے کو اپنے دونوں بازوؤں کے حلقے میں لے کر سینے سے چمٹا لیا مگر جلد ہی تیسری ضرب نے ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اب جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بھی برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ اپنے دونوں ساتھیوں

نفس کے درجات

اصطلاحاً انسان کی حیوانی طبیعت کو نفس کہا جاتا ہے اور تصوف میں اس کے تین درجات مقرر کیے گئے ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ --- یہ تینوں تراکیب قرآن پاک کے الفاظ سے ماخوذ ہیں اور قرآن پاک میں مختلف مواقع پر ان کا استعمال ہوا ہے --- امارہ وہ حالت ہے جب نفس بہت سرکش ہو۔ لوامہ اس کی وہ حالت ہے جب وہ کسی حد تک ضبط کے تحت آچکا ہو لیکن کبھی کبھی غلطی کر جائے اور پھر غلطی پر اپنے آپ کو ملامت کرے۔ مطمئنہ وہ نفس ہے جسے احکام الٰہی کی بجا آوری سے اطمینان حاصل ہو۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ کے الفاظ میں اس حالت میں نفس قلب بن جاتا ہے --- نفس امارہ کی مثال ایک الڑ بچھیرے کی ہے جو بہت سرکش اور منہ زور ہو کہ نہ پیٹھ پر زین، نہ منہ میں لگام، سوار کی مرضی سے نہیں چلتا اور بلند سوار کو اپنی مرضی سے جدھر چاہتا ہے، لئے پھرتا ہے۔ جنگلوں، خارزاروں اور بیابانوں میں اس کا سوار بے بسی کی حالت میں اس کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ یہ ایسا شخص ہے جسے اپنے غصے، لالچ اور جنسی جذبہ پر کوئی کنٹرول نہیں۔ گویا اس کا نفس اس پر سوار ہے --- نفس لوامہ کی مثال یوں ہے کہ گھوڑا کسی حد تک سدھایا جا چکا ہے۔ الڑ گھوڑے کو سدھانے کے لئے اسے چکر میں دوڑایا جاتا ہے اور اس پر چابک برسائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مجاہدوں سے نفس کو زیر کیا جاتا ہے اور ان مجاہدوں میں روزہ سب سے زیادہ موثر ہے۔ اس مرحلہ پر انسان کی حیوانی جبلتیں بالعموم اس کے کنٹرول میں رہتی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی کنٹرول سے باہر بھی ہو جاتی ہیں اور پھر انسان اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے --- نفس مطمئنہ کی مثال یوں ہے کہ جب گھوڑا سوار کا منشاء سمجھے اور ہمیشہ اس کے مطابق چلے۔ یہ وہ صورت ہے جب نفس پر باہر سے کنٹرول نہیں کیا جاتا بلکہ وہ اندر سے رام ہو چکا ہوتا ہے۔

سے جا ملے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے تینوں سالاروں کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپؐ رنج اور صدمے سے نڈھال ہو گئے اور تعزیت کے لئے اپنے ابن عم حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس ان کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ وہ روٹی کے لئے آٹا گوندھ کر رکھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر، تیل وغیرہ لگا کر، صاف ستھرے کپڑے پہنا کر تیار کر چکی تھیں۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو میں نے حزن و ملال کے وہ سائے آپؐ کے چہرۂ انور پر پھیلے ہوئے دیکھ لئے تھے جو آپؐ کے اندرونی کرب کی غمازی کر رہے تھے۔ آپؐ کو اس طرح رنجیدہ دیکھ کر میرے دل میں مختلف اندیشے اور وسوسے سر اٹھا رہے تھے مگر اس وقت میں جعفرؓ کے متعلق آپؐ سے کوئی سوال اس لئے نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مبادا مجھے آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی ناخوشگوار بات سننی پڑ جائے۔ آپؐ نے سلام کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے انہیں آواز دی تو وہ خوشی سے چہکتے ہوئے آپؐ کی طرف دوڑ پڑے۔ وہ آپؐ کے پاس پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کو دھکا رہے تھے، ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ سب سے پہلے آپؐ کے پاس پہنچ جائے۔ آپؐ نے ان کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، ان کے اوپر جھک گئے اور انہیں چومنے لگے۔ اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری تھے۔ جب میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ کیوں رو رہے ہیں۔ کیا آپؐ کے پاس جعفرؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے متعلق کوئی ناخوشگوار اطلاع آئی ہے؟ --- آپؐ نے فرمایا کہ ہاں، آج وہ سب شہید ہو گئے --- اس وقت جب چھوٹے بچوں نے اپنی ماں کو روتے دیکھا تو ان کے معصوم چہروں سے تبسم کی کرنیں غائب ہو گئیں اور وہ سب اپنی جگہ پر اس طرح بے حس و حرکت اور ساکت و جامد ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے [illegible] اور یہ کہتے ہوئے واپس گئے --- ترجمہ: اے اللہ جعفرؓ کے پیچھے اس کے بچوں کی کفالت فرما --- پھر فرمایا کہ میں نے جعفرؓ کو جنت میں اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے دو بازو ہیں جو خون سے رنگین ہیں۔